



AL-AZVĀ

الاضواء

ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904

Volume 34, Issue, 51 , 2019

Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan

امت کی تعلیم و تربیت میں آنحضرت ﷺ کا اسلوب

The Style of Holy Prophet in Education and training of
Ummah

عبد القادر بزدار *

عبدالرحمن قاسمی **

Abstract:

The individual and collective upbringing of a society is of vital importance in society's development. Islamic ideal of education favours the training of the individual along with the hypothetical knowledge, as an essential component of the process. Man is the best of all God's creations and his mentoring has been emphasized in The Qur'ān and Sunnah. The Prophet (SAW) has credited hypothetical aspects of knowledge and their practical applications, and the same carries influence was put in person by the Prophet (SAW) himself and by so he made his mark on the heart of the learner and lived up to the Qur'ānic principles of wisdom good preaching and soft reply. The prophet (SAW) depicted the real essence of religion, ethics on morals made sense. His reformatory principles never disrespected any individual, repetitive advices used to consider good examples set forth inspirational ways to overcome the evil externally or internally. These learned and competent educational cum monitorial values can merely reform the youth of our respective era.

Key words: Prophetic Style, Education, Training

کسی بھی معاشرہ کی تعمیر و تشکیل میں افراد کی تعلیم و تربیت بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور زمین پر صلاح و فساد کے قیام میں اس کا موثر کردار ہے اس لیے قرآن و سنت میں افراد کی تعلیم و تربیت پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسل انسانی کی تعلیم و تربیت کے لیے مختلف مراحل سے گزرنے کی تلقین اور طریق کار تمام مذاہب اور تہذیبوں میں ملتا ہے۔ انسانوں کے اعمال پر اس دنیا میں امن و امان اور فساد و بگاڑ کا دار و مدار یہ ہے چنانچہ اسی کے پیش نظر قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کی حیات مقدسہ اور سیرت مطہرہ

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ایمرسن کالج، ملتان، پاکستان

** لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیا ڈگری کالج، ملتان، پاکستان

کے ذریعے اس عظیم ذمہ داری کی اہمیت اور طریق کار کو بیان کیا گیا ہے تاکہ اس پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنے آپ کو اور آنے والی نسلوں کو تمام انسانیت کے لیے مفید اور خیر کا باعث بنائے۔ اس وقت مسلمہ کو تعلیم و تربیت میں کمی اور فقدان کا سامنا ہے جو کہ نہایت لمحہ فکریہ کی بات ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت مطہرہ تمام انسانوں کے لیے اور زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں واضح ہدایات رکھتی ہے۔ آپ ﷺ نے امت کی تعلیم و تربیت میں جس اسلوب کو اختیار فرمایا اور جو طریق کار متعین کیا اس پر عمل پیرا ہو کر مطلوبہ اہداف اور مقاصد کا حصول ممکن ہے۔ زیر نظر مقالہ میں آپ ﷺ کے اسلوب تعلیم و تربیت زیر بحث لایا جائے گا۔

علم کا مفہوم:

علم باب علم یعلم سے مصدر ہے جو جہل کی ضد ہے۔ (1) اور اس کا لغوی معنی جاننا، واقف ہونا ہے، اور جب کسی بات کا یقین ہو جائے تو اسے علم کہتے ہیں۔ (2) اور اصطلاح میں علم کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں۔

امام ابوہلال عسکریؒ (م-395ھ) لکھتے ہیں:

العلم هو إعتقاد الشيء على ما هو به على سبيل الثقة، والتقليد (3)

”علم کسی شئی پر اعتماد اور تقلید کے طور پر یقین رکھنا۔“

علامہ جرجانیؒ (م-816ھ) لکھتے ہیں:

العلم: هو الاعتقاد الجازم المطابق للواقع (4)

”علم وہ یقینی اعتقاد جو واقعہ کے مطابق ہو۔“

امام زکریا انصاریؒ (م-926ھ) لکھتے ہیں:

العلم هو إدراك الشيء على ما هو به (5)

”علم شئی کی اصل حقیقت کو جاننا۔“

اسی سے تعلیم و تعلم ہے جن کے درمیان فرق درج ذیل ہے۔

علامہ عبدالرؤف مناویؒ (م-1031ھ) لکھتے ہیں:

التعليم: تنبيه النفس لتصور المعاني والتعلم تنبيه النفس لتصور ذلك (6)

”تعلیم نفس کو متوجہ کرنا مقصود کو معلوم کرنے کے لیے اور تعلم نفس کا متوجہ ہونا معانی کو

حاصل کرنے کے لیے۔“

علامہ مناویؒ مزید لکھتے ہیں:

”جب بات کو بار بار کیا جائے یہاں تک وہ بات متعلم کے دل میں بیٹھ جائے اسے تعلیم کہتے ہیں۔“ (7)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا جب کسی بات کو بار بار کہا جائے تاکہ وہ طالب علم کو ذہن نشین ہو جائے اسے ”تعلیم“ کہتے ہیں۔ اور جو تعلیم دینے والا ہوتا ہے اسے معلم کہتے ہیں۔
تعلیم کی وضاحت کے بعد اب مختصر تربیت کی وضاحت کی جاتی ہے۔

تربیت کا مفہوم:

امام ابن حزمہ کرمانیؒ (م-505ھ) لکھتے ہیں:

التربية تبليغ الشيء إلى كماله على التدرج (8)

”کسی شے کو بتدریج اس کے کمال تک پہنچانا تربیت کہلاتا ہے۔“

علامہ محمود آلوسیؒ (م-1270ھ) لکھتے ہیں:

وهي تبليغ الشيء إلى كماله بحسب استعداده الأزلي شيئا فشيئا (9)

”کسی شے کو اس کی فطری استعداد کے مطابق آہستہ آہستہ کمال تک پہنچانا۔“

مذکورہ تعریفات سے معلوم ہوا کسی بھی انسان کو فطری استعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ابتدائی حالت سے حد کمال تک آہستہ آہستہ پہنچانا تربیت کہلاتا ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل جہالت کا یہ عالم تھا کہ انسان بتوں کے آگے سربسجود تھا اور غیرت کے نام پر بچیوں کو درگور کیا جا رہا تھا ایک دوسرے کے حقوق پامال کیے جا رہے تھے انسانیت اپنے معیار سے گر چکی تھی آپ ﷺ نے امت کی ایسی تعلیم و تربیت کی کہ وہ پیغام اسلام لے کر اٹھے اور پوری دنیا پر چھا گئے۔ آپ ﷺ کا اسلوب تعلیم و تربیت کیا تھا اس پر جامع روشنی ڈالی جاتی ہے۔

تعلیم و تربیت میں تدریج کا لحاظ:

آپ ﷺ نے ہمیشہ تعلیم و تربیت میں تدریج کا لحاظ رکھا اور دوسرے داعیان اسلام کو بھی اصول تدریج کی تلقین فرمائی۔ داعی اسلام کا فرض ہے کہ تدریج کا پہلو کو نظر انداز نہ کرے تدریج کا مطلب یہ ہے کہ داعی یکبارگی شریعت کے تمام احکامات کو بوجھ مخاطب پر نہ لاد جائے، بلکہ آہستہ آہستہ اس کے سامنے پیش کرے۔ تدریج کا یہ اصول فرد اور قوم دونوں کے لیے ی ضروری ہے دین ایک مکمل اور جامع نظام ہے اس نظام کو اگر حکیمانہ

ترتیب سے پیش نہ کیا جائے تو مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ اسی حقیقت کو ام المؤمنین سیدنا حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

انما نزول اول ما نزل منه سورة من الفصل فيها ذكر الجنة والنار، حتى اذا
ثاب الناس الى الاسلام الحلال والحرام، ولا اول شيء: لا تشربوا الخمر ابدا،
ولو نزل: لا تزنوا، لقالوا: لا ندع الزنا ابدا۔ (10)

”قرآن میں سب سے پہلے جو چیز نازل کی گئی وہ مفصل کی سورتوں میں سے ایک سورت ہے، جس میں
جنت اور جہنم کا ذکر ہے یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کے دائرے میں آگئے تب حلال و حرام کے
احکام نازل ہوئے اگر بالکل شروع ہی میں حکم آجاتا کہ شراب نہ پيو تو لوگ کہتے کہ ہم ہر گز نہ چھوڑیں
گے اور اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے ہم ہر گز زنا نہ چھوڑیں گے۔“
آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت میں تدریج کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں فرمایا اہل کتاب کو پہلے عقیدہ توحید و رسالت کی دعوت دینا اور پھر اس
کے بعد نماز و زکوٰۃ کی تعلیم دینا۔ (11) اس حدیث میں تدریج کو لوگوں کو دعوت دینے کا حکم دیا گیا۔

آسانیاں پیدا کرنے کا حکم:

آپ ﷺ نے دینی معاملات میں شدت پسندی سے منع کیا اور تیسر و آسانی سے کام لینے کا حکم دیا۔
ارشاد نبوی ﷺ ہے:

« إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ » (12)

”دین بہت آسان ہے۔“

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

« يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَسِّرُوا، وَلَا تُنْفِرُوا » (13)

”آسانی کرو اور سختی نہ کرو، لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور متنفر نہ کرو۔“

آپ ﷺ کو اگر دو کاموں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کی نوبت آتی تو آسانی اور سہولت والے کام کو اختیار
کرتے بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا۔ (14) آپ ﷺ کی جملہ تعلیمات میں یہی اصول کار فرما نظر آتا ہے۔
انسان فطری طور پر سہولت پسند ہے اس لیے دین کو مشکلات کا مجموعہ بنانے کی بجائے جہاں تک ممکن ہو
دینی زندگی کو لوگوں کے لیے آسان بنا کر پیش کیا جائے۔ دین کی جائز آسانی اور سہولت کو پیش نظر رکھنا اور مشکل نہ
بنان اس کی قبولیت کا اہم ذریعہ بن سکتی ہے اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس میں سب سے آسان حل

کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمانوں کے لیے آسانی اور سہولت کے پہلو کو پیش نظر رکھا۔ حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کے بارے میں ارشاد فرماتی ہیں:

ما خیر رسول اللہ ﷺ بین امرین الا اخذ ایسرہما ما لم یکن اثما، فان کان اثما کان ابعد الناس منه، وما انتقم رسول اللہ ﷺ لنفسه الا ان تنہک حرمة اللہ فینتقم اللہ بہا۔ (15)

رسول اللہ ﷺ کو کبھی دو امور میں اختیار نہیں دیا گیا مگر یہ کہ آپؐ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو اگر گناہ ہو تو اس سے تمام انسانوں سے زیادہ دور ہوتے، رسول اکرم ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب کہ اللہ کی حرمت مجروح ہو تو پھر آپؐ اللہ کے لیے انتقام لیتے۔“

صحابہ کرامؓ نے اگر داعیانہ امور میں اعتدال سے ہٹ کر تشدد کی راہ اپنائی تو آپؐ نے سختی سے منع فرمایا حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے ایک مرتبہ انصار کو مغرب کی نماز پڑھاتے قرات کو طول دیا حضرت حازمؓ اپنی علیحدہ نماز پڑھ کر چل دیئے اس پر حضرت معاذؓ سخت ناراض ہوئے۔ حضرت حازمؓ آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ معاذؓ ہمیں بہت طویل نماز پڑھاتے ہیں جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے آپؐ نے حضرت معاذؓ فرمایا:

”یا معاذ! أفتان أنت؟ أفتان أنت؟ اقرا بكذا، اقرا بكذا۔“ (16)

”اے معاذ! کیا تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو، اے معاذ لوگوں پر تخفیف کرو۔“

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

”عن انس قال، قال رسول اللہ ﷺ خیر دینکم ایسرہ، وخیر العبادۃ الفقہ۔“ (17)

”سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا دین آسان ہے اور اچھی عبادت دینی بصیرت حاصل کرنا ہے۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو دعوتی مہم پر روانہ فرماتے ہوئے اسی اسلوب دعوت کی تلقین فرمائی۔

مخاطب کا نام لیے بغیر اصلاح کرنا:

آپ ﷺ جب کسی کی بھری محفل میں اصلاح فرماتے تو اس کا نام نہیں لیتے تھے تاکہ اسے شرمساری نہ ہو اور آپ ﷺ کا تادیب میں یہی اسلوب کار فرماتا تھا۔ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے

آکر عرض کیا (18) ہو سکتا ہے کہ میں باجماعت نماز نہ ادا کر سکوں، کیونکہ فلاں شخص (19) ہمیں بہت طویل نماز پڑھایا کرتا ہے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ کبھی نبی کریم ﷺ کو غصہ میں نہیں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا:

فَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ مُنْقَرُونَ، فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ، وَالضَّعِيفَ، وَذَا الْحَاجَةِ» (20)

”آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم ایسی سختیاں کر کے لوگوں کو دین سے نفرت دلاتے ہو، دیکھو جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے اس چاہئے کہ ہلکی نماز پڑھائے اس لئے کہ مقتدیوں میں مریض بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی ہوتے ہیں اور ضرورت والے بھی ہوتے ہیں۔“

علامہ کرمانی (م-786ھ) اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”آپ ﷺ نے «إِنَّكُمْ مُنْقَرُونَ» میں سب کو مخاطب کر کے اصلاح کی متعلقہ شخص کا نام نہیں لیا تاکہ اس شرمندگی نہ ہو اور یہ آپ کی عادت تھی کہ جو ڈانٹ ڈپٹ اور تادیب کا مستحق ہوتا تھا اس کی تخصیص نہیں کرتے تھے تاکہ اس کو شرمندگی نہ ہو۔“ (21)

نماز میں طویل قرأت کرنا ممنوع نہیں ہے، مگر جب کسی کو تکلیف یا عذر کا سامنا ہو تو اس کی ممانعت ہے۔ چونکہ اس طرز پر نماز باجماعت کی ادائیگی معذوروں کے لیے پابندی جماعت میں خارج ہو رہی تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا اور کمال شفقت دیکھیے کہ امام کا نام لیے بغیر تمام افراد کو مخاطب کر کے تنبیہ کی تاکہ حقیقی اور اصل مخاطب شرمسار نہ ہو۔

نرمی سے اصلاح فرمانا:

آپ ﷺ کا عمومی مزاج یہی تھا کہ نرمی کے ساتھ اصلاح فرماتے تھے۔ حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے یرحمک اللہ کہہ دیا لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی کیسے اصلاح فرمائی راوی کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

”میرا باپ اور میری ماں آپ ﷺ پر قربان میں نے آپ ﷺ سے پہلے نہ ہی آپ کے بعد آپ ﷺ سے بہتر کوئی سکھانے والا دیکھا اللہ کی قسم نہ آپ ﷺ نے مجھے جھڑکا اور نہ ہی مجھے مارا اور نہ ہی مجھے گالی دی پھر آپ ﷺ فرمایا کہ نماز میں لوگوں سے باتیں کرنی درست نہیں بلکہ نماز میں تو تسبیح اور تکبیر اور قرآن کی تلاوت کرنی چاہئے۔“ (22)

اسی طرح ایک اور واقعہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگوں نے سختی کرنی چاہی تو فرمایا ”اسے چھوڑ دو اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو اس لئے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔“ (23) ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے اس کو بلوایا اور فرمایا کہ مسجد میں پیشاب اور کوئی گندگی وغیرہ کرنا مناسب نہیں یہ تو اللہ عز و جل کے ذکر اور قرآن کے لئے بنائی گئی ہیں۔“ (24)

علامہ بدر الدین عینی (م-855ھ) نے ایک اور لطیف بات لکھی ہے کہ جب آپ ﷺ نے یہ فرمادیا کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے“ تو بات مکمل ہو گئی پھر یہ کیوں کہا ”کہ تم سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے“ یہ نرمی کے معاملہ میں تاکید کے بعد تاکید کی جارہی ہے۔ (25)

آپ ﷺ کا تعلیم و تربیت میں عمومی اسلوب یہی تھا کہ مخاطب کو نرمی سے سمجھایا جائے اور یہی انداز زیادہ موثر ہوتا ہے۔

لوگوں کے درمیان شرمساری سے بچنا:

آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ ہر شخص کی عزت نفس بحال رہے اور اس کو لوگوں کے درمیان شرمساری نہ ہو، اگر کسی شخص کا نماز کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے تو لوگوں کے درمیان سے نکلتے ہوئے اسے شرمساری محسوس ہو سکتی ہے ایسی صورت حال میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَأْخُذْ بِأَنْفِهِ، ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ» (26)

”جب تم میں سے کسی کا وضو حالت نماز میں ٹوٹ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی ناک پکڑ کر نماز سے نکل آئے۔“

ابو سلیمان علامہ خطابی (م-388ھ) نے اس حدیث کی تشریح میں درج ذیل فوائد لکھے ہیں۔

- 1- ناک پکڑ کر نماز سے باہر نکلنے کا حکم اس لیے دیا تاکہ لوگ سمجھیں اس کی نکسیر پھوٹی ہے۔
- 2- ناپسندیدہ صورت حال سے نمٹنے کے لیے ایسا طریقہ بتایا کہ وہ شرمسار نہ ہو اور یہ چیز ریاکاری یا جھوٹ میں داخل نہیں ہوگی۔
- 3- شرم و حیاء باقی رہے۔
- 4- وہ لوگوں کے سوالات سے بچ جائے۔ (27)

اسی طرح ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے خروج ریح پر ہنسنے والوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہوئے فرمایا:

«لَمْ يَضْحَكْ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ» (28)

”کہ تم میں سے کوئی شخص اس چیز پر کیوں ہنستا ہے جس کو وہ خود بھی کرتا ہے۔“

ملا علی قاریؒ (م-1014ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”ہنسنا اچھا نہیں لگتا مگر اس وقت جب کوئی ایسا عجیب و غریب کام پایا جائے جو عام طور پر نہیں پایا جاتا، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کسی دوسرے کی خروج ریح کو نظر انداز کر دینا چاہیے تاکہ اسے تکلیف نہ پہنچے۔“ (29)

معلوم ہوا کسی عجیب و غریب واقعہ کی صورت میں تو ہنسنا سمجھ میں آتا ہے مگر ایسا معاملہ جو سب کے ساتھ پیش آتا ہے اس پر ہنسنے سے گریز کرنا چاہیے تاکہ دوسروں کی دل آزاری نہ ہو۔

علامہ طیبیؒ (م-743ھ) نے اس حدیث سے ایک اور فائدہ مستنبط کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

”اور اس حدیث میں تنبیہ ہے کہ عقل مند آدمی کو چاہیے کہ جب وہ اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو ظاہر کرنا چاہے تو پہلے وہ خود کو دیکھ لے کہ وہ اس عیب سے پاک ہے یا اس میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور اگر وہ خود اس عیب سے پاک نہیں ہے تو پھر اس کے لیے بہتر ہے وہ دوسروں کے عیوب بیان کرنے سے رک جائے۔“ (30)

یہی بات ایک شاعر نے کہی ہے۔ ابن حبیبؒ نیشاپوری (م-406ھ) لکھتے ہیں:

أرى كل إنسان يرى عيب غيره

ويعي عن العيب الذي هو فيه (31)

میں دیکھتا ہوں کہ ہر انسان دوسرے کا عیب دیکھتا ہے

اور اپنے موجود عیب سے اندھا ہوتا ہے۔

چونکہ یہ طرز عمل دوسروں کے لیے باعث تکلیف ثابت ہو سکتا تھا اس لیے آپ ﷺ نے تعلیم و تربیت میں ایسا انداز اختیار کیا کہ ہر شخص اپنی اصلاح کرے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

«مَنْ رَأَى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا، كَانَ كَمَنْ اسْتَحْيَا مَوْءودَةً مِنْ قَبْرِهَا» (32)

”جو شخص کسی مسلمان میں کوئی عیب دیکھے یا اس کی برائی کو جانے اور پھر اس کو چھپالے تو اس کا

درجہ اس شخص کے درجہ کے برابر ہو گا کہ جو زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو بچالے۔“

مسلمان بھائی کے عیوب پر پردہ کی زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کے بچانے کے ساتھ تشبیہ اس طرح ہے کہ

جب کسی شخص کے عیوب ظاہر ہو جائیں تو وہ شرم کی وجہ سے گویا مردہ ہو گیا اور یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش میں مر ہی جاتا اور یہ رسوائی نہ دیکھنی پڑتی اور جو شخص کسی کے عیوب کو چھپاتا ہے گویا اس نے اس شخص کی شرمندگی کو دور

کر دیا جو اس کے نزدیک بمنزلہ موت کے تھی یہ زندگی عطا کرنے کے مترادف ہوا۔ (33)

استفہامیہ انداز:

آپ ﷺ کا تعلیم و تربیت میں ایک انداز یہ بھی تھا کہ کسی بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے سے قبل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے استفسار کرتے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَهِيَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدِّثُونِي مَا هِيَ؟»

----- لَأَنْ تَكُونَ قُلَّتُهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي كَذًا وَكَذَا» (34)

”کہ رسول ﷺ نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ اس میں پت جھڑ نہیں ہوتی اور وہ مومن کے مشابہ ہے (35) مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کے خیال جنگل کے درختوں میں جا پڑے اور میرے دل میں یہ آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، مگر میں (کہتے ہوئے) شرمایا (بالآخر) سب لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ (ہماری سمجھ میں نہیں آیا) آپ ہمیں وہ درخت بتادیجئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ (عمر فاروق) سے، جو میرے دل میں آیا تھا، بیان کیا تو وہ بولے اگر تو نے یہ کہہ دیا ہوتا، تو مجھے اس سے اور اس سے زیادہ محبوب تھا۔“

امام ابن بطل (م-449ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

قال المهلب: معنى طرح المسائل على التلاميذ لترسخ في القلوب وتثبت، لأن ما

جرى منه في المذاكرة لا يكاد ينسى (36)

”مہلب نے کہا: شاگردوں سے سوالات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے دلوں میں وہ باتیں راسخ ہو جائیں اس لیے کہ جن چیزوں کا مذاکرہ ہوتا ہے وہ جلدی بھولتی نہیں ہیں۔“

ابن بطل مزید لکھتے ہیں:

إنما أراد البخاری بهذا الباب ليبين أن الحياء المانع من طلب العلم مذموم (37)
”امام بخاری کی غرض اس باب (الحیاء فی العلم) کے قائم کرنے سے یہ بیان کرنا ہے کہ جو حیاء طلب علم سے مانع ہو وہ مذموم ہے۔“

اس واقعہ سے جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(الف) دینی اور شرعی امور کے علاوہ دنیاوی باتوں کی تحقیق بھی کی جاسکتی ہے۔

(ب) استاد، طلباء سے ایسے سوالات کر سکتا ہے جن سے ان کے علم میں اضافہ ہو۔

(ج) بزرگوں اور بڑوں کی مجالس میں ادب و احترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

(د) جس چیز کا علم نہ ہو اس کے بارے میں پوچھنے سے شرم نہیں کرنی چاہیے۔
تمثیلی انداز:

آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی تھا کہ باتوں کی توضیح امثلہ سے فرماتے تھے مثلاً پانچوں نمازوں کی ادائیگی سے ایسے گناہ مٹ جاتے ہیں جیسے کسی کے گھر کے باہر نہر ہو وہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو میل کچیل ختم ہو جائے گا۔ (38) اسی طرح اچھے اور برے ساتھی کی صحبت کو خوشبو والے اور بھٹی کے لوہار سے تشبیہ دے کر سمجھایا۔ (39)

قصص کے ذریعے تربیت:

قصص میں ایک پر سحر تاثیر ہے جو انسانی نفوس پر اثر انداز ہوتی ہے جب انسان کوئی قصہ پڑھتا ہے یا سنتا ہے وہ اس قصہ کے افراد اور واقعات سے جدا نہیں رہتا بلکہ شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر قصہ کے واقعات میں شریک ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے انسان کے اس فطرت کو جاننے ہوئے کہ وہ طبعاً قصص کی جانب مائل ہوتا ہے اور ان سے متاثر ہوتا ہے قصص کو بطور ذریعہ تربیت اختیار کیا ہے اور قصص کی تمام قسمیں اختیار کی ہیں۔ اس بابت محمد قطب اپنی کتاب ’اسلام کا نظام تربیت‘ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس ضمن میں تاریخی قصص اور تمثیلی قصص بیان کیے ہیں جن سے مثال دینا مقصود ہے:

”پہلی قسم کے قصص میں انبیاء کے قصص ہیں اور نبوت کی تکذیب کرنے والوں کے واقعات اور اس کے نتیجہ میں ان پر نازل ہونے والے عذاب کا بیان ہے جیسے حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا واقعہ، حضرت عیسیٰؑ کا تذکرہ نبی اسرائیل کے واقعات، حضرت نوحؑ اور ان کی قوم اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے قصص ہیں۔“ (40)

رسول اکرم ﷺ کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں پیچیدہ بات، موازنہ اور مثال کے ذریعے سمجھا کر آسان بنادیئے جس کی مثال یوں ہے:

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ

”بنو جہینہ کی ایک عورت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، عرض کیا میری والدہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن پہلے ہی انکا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں، فرمایا اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو ادا کرتیں کہ نہ؟ اس نے جواب دیا ہاں، تو آپؐ نے فرمایا جب یہ ہے تو اللہ کا حق بھی ادا کرو، اللہ تعالیٰ کا حق پورا کرنا تو اور ضروری ہے۔“ (41)

باتوں کو دہرانا:

آپ ﷺ کئی مرتبہ ایک بات کو بار بار دہراتے تھے اور گفتگو کو اجزاء میں تقسیم کر کے مکمل کرتے تھے تاکہ ان کا احاطہ ممکن ہو۔ اس کی متعدد مثالیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ حضرت معاذ کو نصیحت سے قبل تین بار پکارا۔ (42)

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی (م-855ھ) لکھتے ہیں:

”آپ ﷺ کا اس سے مقصود یہ تھا کہ وہ ہمہ تن گوش ہو کر متوجہ ہوں اور اچھی طرح بات

کو سمجھ لیں اور بار بار بات کرنے سے اس طرف بھی اشارہ کرنا تھا کہ جو بات کہی

جاری وہ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔“ (43)

رسول اللہ ﷺ اپنی گفتگو کے مضمون کو مؤکد کرنے اور مخاطب کے ذہن میں اس کی اہمیت کو بٹھانے کے

لیے، بات کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے تین مرتبہ دہراتے تھے۔ امام بخاریؒ نے باب (من اعاد الحدیث ثلاثاً لیفہم عنہ) جس نے اپنی بات کو سمجھانے کے لیے تین مرتبہ دہرایا دو حدیثیں نقل کی ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ آپ جب کوئی بات فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے تاکہ اچھی

طرح سمجھ لی جائے۔ (44)

کبھی کبھی بات کی اہمیت کے پیش نظر بیٹھنے کا انداز بدلنا اور بات کو کئی بار دہرانا آپؐ کا معمول تھا۔ یہ بار بار

دہرانا سننے والوں کے ذہنوں کو بات کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے تھا۔

خلاصہ کلام:

آپ ﷺ نے امت کی تعلیم و تربیت میں ان کی نفسیات اور تدریج و تیسیر کو مد نظر رکھا اور بعض عقلی

باتوں کو مسئلہ سے واضح کیا اور دوران گفتگو آہستہ آہستہ بات کو بار بار دہرا کر مکمل کرتے تاکہ مخاطب اس کو اچھی

طرح سمجھ لے اور تادیب و اصلاح میں لوگوں کی عزت نفس کا خیال رکھتے تھے اور بسا اوقات کسی بات کو بیان کرنے

سے قبل استتہامیہ انداز اختیار کرتے تاکہ لوگوں کی دلچسپی مزید بڑھے آج نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت میں

اصولوں کو مد نظر رکھا جائے تو مطلوبہ اہداف و مقاصد بالکل حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

- 1- خلیل ابن احمد، کتاب العین، دار و مکتبۃ الهلال، سن، 2/152
- 2- الفیومی، احمد بن محمد، المصباح المنیر فی غریب شرح الکبیر، بیروت، المکتبۃ العلمیہ، سن، 2/427
- 3- العسکری، حسن بن عبد اللہ، ابو حلال، الفرق اللغویۃ، القاہرہ، دار العلم والثقافت، سن، 1/97

- 4- الجرجانی، علی بن محمد الشریف، کتاب التعریفات، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1403ھ، ص 155
- 5- الانصاری، زکریا بن محمد، الحدود والانقیض، والتعریفات الدقیقہ، بیروت، دارالفکر، 1411ھ، ص 66
- 6- المناوی، عبدالرؤف، التوقیف علی مصمات التعاریف، القاہرہ، عالم الکتب، 1410ھ، ص 102
- 7- المناوی، التوقیف علی مصمات التعاریف، ص 102
- 8- الکرمانی، محمود بن حمزہ، غرائب التفسیر وعجائب التاویل، بیروت، موسسہ علوم القرآن، سن 1، 97/
- 9- آلوسی، محمود بن عبد اللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1425ھ، 80/1
- 10- بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب تألیف القرآن، رقم الحدیث: 4993، ص 896
- 11- مسلم بن حجاج، الامام، الصحیح، بیروت، دار احیاء التراث العربی، سن 1، 50/، رقم الحدیث: 29
- 12- بخاری، الجامع الصحیح، دار طوق النجاة، 1422ھ، رقم الحدیث: 39، 16/1
- 13- الجامع الصحیح، جلد 1، صفحہ 25، رقم الحدیث: 69
- 14- البخاری، الجامع الصحیح، جلد 4، صفحہ 189، رقم الحدیث: 3560
- 15- امام مالک الموطا، کتاب حسن الخلق، باب ما جاء فی حسن الخلق، رقم الحدیث: 690، ص 555
- 16- ابی داؤد، سنن، کتاب الصلوٰۃ، باب تخفیف الصلوٰۃ، رقم الحدیث: 790، ص 123
- 17- ابن عبد البر، ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ، الجامع بیان العلم وفضله، باب تفضیل العلم علی العبادۃ۔ ادارۃ المطابع المنیریہ، مصر، 1/21
- 18- وہ صحابی حضرت حزم بن ابی کعب تھے بعض نے کہا سلیم بن حارث تھے۔ (ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، بیروت، دار المعرفہ 1379ھ، 1/252)
- 19- حضرت معاذ بن جبل مراد ہیں اور بعض نے کہا حضرت ابی بن کعب تھے۔ (ابن حجر، فتح الباری، 1/252)
- 20- الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1، 30/90
- 21- الکرمانی، محمد بن یوسف، شمس الدین، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1401ھ، 79/2
- 22- مسلم، رقم الحدیث: 33، 1/381
- 23- الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 8، 6128، 30/
- 24- مسلم، رقم الحدیث: 100، 1/236
- 25- بدر الدین عینی، محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، بیروت، دار احیاء التراث العربی، سن 3، 128/
- 26- ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ، سن 1، 291/، رقم الحدیث: 1114
- 27- الخطابی، حمد بن محمد، ابو سلیمان، معالم السنن، حلب، المطبعۃ العلمیہ، 1351ھ، 1/248
- 28- البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 4942، 6/169
- 29- ملا علی قاری، علی بن محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، بیروت، دارالفکر، 1422ھ، 5/2119
- 30- الطیبی، الحسین بن عبد اللہ، شرف الدین، شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح، الرياض، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، 1417ھ، 7/2327
- 31- ابن حبیب، الحسن بن محمد، النیسابوری، عقلاء الجائین، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1405ھ، ص 53
- 32- احمد بن حنبل، الامام، المسند، موسسہ الرسالہ، 1421ھ، رقم الحدیث: 17447، 28/651

- 33- الطیبی، شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح، 10/3191
- 34- البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1، 131/38
- 35- مومن کی کھجور کے درخت سے وجہ تشبیہ اس طرح ہے کہ جیسے کھجور کے پتے کبھی نہیں گرتے، ہمیشہ رہتے ہیں، اسی طرح مومن ہمیشہ، نماز، روزہ، ذکر اللہ اور دیگر خیر اور بھلائی کے کام کرتا رہتا ہے۔ یہ کام اس سے منقطع نہیں ہوتے۔ (ابن بطل، علی بن خلف، ابوالحسن، شرح صحیح البخاری، الریاض، مکتبہ الرشید، 1423ھ، 1/141)
- 36- ابن بطل، شرح صحیح البخاری، 1/141
- 37- ابن بطل، شرح صحیح البخاری، 1/210
- 38- البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1، 528/112
- 39- البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 128، 1/37
- 40- محمد قطب، اسلام کا نظام تربیت، اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1980ء، ص 318
- 41- ابو نعہ، شیخ عبدالفتاح، حضورؐ استاد و مربی، مترجم: شمس الحق ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، سن ۹۳، ۹۳
- 42- البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 2101، 3/63
- 43- بدر الدین عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، 23/87
- 44- ابو نعہ، شیخ عبدالفتاح، حضورؐ استاد و مربی، 148